حرمت موسیقی کے لئے ایک آیت ہی کافی ہے   علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ

علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ کا ایک نادرونایاب تحقیق آفریں مقالہ

موسیقی یونانی لفظ ہے۔ یونانی سے عربی میں آیا اور پھر عربی سے اردو فارسی میں بھی اسی نام سے مستعمل ہوا۔ انگریزی میں اسے میوزک (M u s i c) فرانسیسی میں میوزیق (M u s i q u e) لاطینی میں میوزیکا (Musica) اور جرمنی میں میوز یکے (Musicay) کہتے ہیں۔

موسیقی کس کی؟ کب کی اور کہاں کی ایجاد ہے؟ اس میں اختلاف کثیر ہے۔ تمدن قدیم کے وارثین اسے یونان کی پیداوار کہتے ہوئے اسے اپنے دیوتا میوزس کی نو بیٹیوں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ہندو اس کا انتساب اپنے دیوتا خالق کائنات کی طرف کرتے ہیں کہ برہما نے اسے ایجاد کیا ہے اور رگ وید سام وید اتھروید اور یجروید چار الہامی کتابوں کے ذریعے اس کی تشہیر کی۔ یا یوں کہ برہما موجد' بھرت رشی اپسراؤں کے استاد اور نارو رشی معلم عوام الناس۔ بعض کے ہاں خالق سنگیت مہادیو اور اس کے ماتحت چھ دیو اور تین پریاں۔ پریوں کا کام گانا بجانا ہے اور دیوذیل میں مذکورہ چھ راگ بھیروں' مالکوس' ہنڈول' دیپک' میگھ اور بسری۔ پریاں رام کلی' ٹوڈی اور اساوری الاپتے ہیں۔ ویسے آج کل سات سریں ہی مشہور ہیں۔ ایرانی موسیقی کو حکیم فیثا غورث کی تخلیق بتلاتے ہیں۔ مصری اپنے دیوتاؤں کو موجد قرار دیتے ہیں تو کوئی زرتشت کو خالق اول کہتا ہے۔ بعض عصائے موسیٰ کو سبب تخلیق قرار دیتے ہیں۔ یہودی بحوالۂ تورات ثوبال نامی شخص کو جو آدم علیہ السلام کی ساتویں پشت میں سے تھا' موجد کہتے ہیں اور کچھ ان تمام سے الگ ایک پرندہ کو جسے یونانی میں قیقنس' عربی میں طیطقس' فارسی میں آتش زن اور سنسکرت میں دیپک لاٹ کہتے ہیں' موسیقی کا خالق مانتے ہیں کہ جب اس پرندہ کی عمر ایک ہزار سال ہو جاتی ہے تو یہ گھاس تنکے اکٹھے کرکے اس کے گرد رقص کناں ایک راگ الاپتا ہے چونکہ اس کی ناک میں سات سوراخ ہوتے ہیں۔ بدیں وجہ ان سات مخرجوں سے سات مختلف قسم کے راگ نکلتے ہیں۔ انتہائے کار جب اس کا راگ و رقص پورے شباب پر پہنچتا ہے تو ایک سوراخ سے نکلنے والا راگ جسے دیپک راگ کہتے ہیں' اس ڈھیر کو الاؤ میں بدل دیتا ہے۔ پھر مستی اور جنون میں وہ خود بھی اس دہکتے ہوئے الاؤ میں گر کر ختم ہو جاتا ہے اور پھر اسی آگ کی خاک سے اس پرندے کی پیدائش ہوتی ہے۔ غرض اسی طرح اس کی پیدائش' جائے تخلیق اور موجد میں مختلف اقوال و آراء ہیں۔

موسیقی میں مستعمل آوازوں کو ہندی میں سر کہتے ہیں۔ ان کی کل تعداد بائیس (22) ہے اور ان میں سے ہندی میں سات اور عربی میں بارہ متداول ہیں۔ پھر راگ تین قسموں پر منقسم ہے۔

☆...... رات بارہ بجے سے صبح بارہ بجے تک راگوں کو اتر راگ کہا جاتا ہے اور

☆...... صبح بارہ بجے سے رات بارہ بجے تک گائے جانے والے راگوں کو پورو راگ اور

☆...... جو دونوں وقتوں کے ملاپ میں گائے جائیں' انہیں پر کاش راگ کہا جاتا ہے۔

راگوں کی کل تعداد بعض کے نزدیک لامحدود و لاتعداد ہے اور بعض ان کی تعداد چونتیس ہزار آٹھ سو اڑتالیس

بتلاتے ہیں لیکن ان میں سے عموماً بیس پچیس راگ گائے جاتے ہیں۔ بہر حال موسیقی کا اطلاق تین چیزوں پر ہوتا ہے۔ گانا بجانا اور رقص۔ ان تینوں چیزوں کا ملاپ موسیقی کی انتہا ہے۔

عربوں کے ہاں ظہور اسلام سے پہلے موسیقی رائج اور مدون و مرتب نہیں تھی بلکہ اس کے چند اجزاء متفرق و منتشر صورت میں موجود تھے۔ یعنی نہ تو ان میں اس وقت کوئی سر تال تھی اور نہ کوئی راگ و رقص۔ جب عرب تجارت وغیرہ کے لئے اکناف و اطراف عالم میں گھومے تو روم و ایران نے جو اس وقت دنیا کے عیاش ترین ممالک میں شمار ہوتے تھے ان کی تہذیب و تمدن پر کافی اثر ڈالا اور عرب ان کے (Culture) سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اسی نتیجے میں ان کے پاس باجے، مزامیر اور گانے بجانے کی تعلیم پہنچی۔ روم و ایران کے محلات سے نکلی ہوئی اور یونان کے معابد کی پروردہ موسیقی جب صحرائے عرب میں پہنچی تو اس نے ایک نیا روپ دھار لیا۔ خالق فیاض نے فلک نیلی فام کے نیچے اور فرش راملہ کے اوپر بسنے والوں کو آواز بھی خوب دی تھی۔ راگ جب رنگ و بو میں غوطہ زن ہوا تو پھولوں کی طراوت اور شراب کی مستی لے کر نمودار ہوا۔ مے ساقی و موسیقی نے انہیں ہر چیز سے بے پرواہ اور مستغنی کر دیا اور دنیا کی دلیر ترین اور زور آور قوم ان کے فیضان سے چند ہی دنوں میں اپنا وقار کھو گئی۔

کبھی اسے کسریٰ کے شاہسواروں نے روندا تو کبھی قیصر کے گھوڑوں کے سموں تلے کچلی گئی اور کسی وقت اسے نعمان بن منذر کا باجگذار بن کر رہنا پڑا لیکن عرب پھر بھی گیت و نغمگیت کی مستی میں مستغرق اور سرود و رود سے آویزاں اور چمٹے رہے۔

اسی زمانہ میں اسلام کا ظہور ہوا اور وہ ایک عمل، ایک کردار اور ایک مکمل ضابطہ حیات لے کر نمودار ہوا۔ اس نے بتلایا کہ یہ راگ و رنگ اور طاؤس و رباب تمہاری تباہی کا سبب، تمہاری بربادی کی وجہ اور تمہارے انحطاط و تنزل کا ذریعہ ہیں۔ زندہ قوموں کی موسیقی رنگ و روپ نہیں بلکہ تلواروں کی جھنکار، تیروں کی بوچھاڑ، جھنڈوں کی سرسراہٹ، نیزوں کی لچک اور بھالوں کی چمک دمک کا نام ہے۔ مسرت و خوشی خدمت موسیقی میں نہیں بلکہ مریضوں کی دیکھ بھال، یتامیٰ کی پرورش، بیواؤں کی نگہبانی، مساکین کی نگہداری، حفاظت وطن اور معاشرتی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے میں ہے۔

اسلام اور موسیقی دو متضاد چیزیں ہیں۔ اسلام نام ہے عمل کا اور موسیقی کو قرآن میں بے عملی، لہو اور فضول چیز کہا گیا ہے۔ اسلام ہمہ وقتی کام کی دعوت دیتا ہے اور موسیقی ضیاع وقت کی۔ اسلام عمل کا پیامبر اور موسیقی اہمال کی داعیہ۔ چنانچہ قرآن کریم میں خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۔ (سورہ لقمان۔ 6)

"کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو لہو حدیث کو اختیار کر کے جہالت سے لوگوں کو بھٹکاتے ہیں اور آیات اللہ کو نشانہ مذاق بناتے ہیں۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔"

تحقیق لفظ لہو الحدیث:

یہاں لفظ "لہوالحدیث" قابل تذکرہ ہے۔ لہو "اَلْھٰی" کا مصدر ہے۔ لغت عرب کی مشہورترین اور اہم کتاب قاموس میں لکھا ہے۔

"اَلْھٰی کے معنی ہیں اِشْتَغَلَ بِالْغِنَاءِ گانے میں مشغول ہوا۔"

تقریباً یہی کچھ ابن منظور الافریقی نے لسان العرب اور زبیدی نے تاج العروس میں لکھا ہے۔

حبر الامت ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جن کے متعلق حضور اکرم ﷺ نے دعا فرمائی تھی:

اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْقُرْآنَ وَفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ كَمَا يَنْبَغِي

"اللہ اسے علم دین اور قرآن کا فہم عطا فرما۔"

لہوالحدیث کا معنی بیان کرتے ہیں:

ان المراد بلهو الحديث الغناء.

لہوالحدیث سے مراد گانا بجانا ہے۔

اسی طرح تفسیر ابن کثیر تیسری جلد میں ہے:

عن ابى الصهباء البكري انه سمع عبدالله بن مسعود وهو يسئل عن هذه الآية ومن الناس من يشتري لهو الحديث الخ فقال عبدالله بن مسعود الغناء والله الذي لااله الاهو يرددها ثلث مرات.

ابوالصہباء بکری روایت کرتے ہیں کہ ان کے سامنے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ لہوالحدیث سے کیا مراد ہے؟ تو انہوں نے تین مرتبہ قسم کھا کر کہا کہ موسیقی۔

اگر راء کے ساتھ ہو تو گانے بجانے والے آلات کی تعلیم اور اگر آلات نہ ہوں اور صرف گانے ہی کی تعلیم ہو تو اس کا نام گانا ہے۔

اسی طرح حضرت جابرؓ عکرمہؒ سعید بن جبیرؒ مجاہدؒ مکحولؒ عمرو بن شعیب اور علی بن خزیمہ رحمہم اللہ ایسے دور اول کے مشہور ترین مفسرین اور قرآن فہم لوگوں سے بھی لہوحدیث کا معنی غنا ہی منقول ہے بلکہ ابن کثیرؒ اور حافظ ابن قیمؒ نے واحدیؒ وغیرہ سے یہ بھی نقل کیا ہے۔

اكثر المفسرين على ان المراد بلهو الحديث الغناء.

مفسرین کی اکثریت اس بات کی طرف ہے کہ لہوحدیث سے مراد گانا بجانا ہے۔

امام ابواسحاقؒ بھی یہی کچھ کہتے ہوئے لکھتے ہیں:

اكثر ماجاء في التفسير ان لهو الحديث ههنا هو الغناء لانه يلهي عن ذكر الله.

تفاسیر میں اکثر و بیشتر یہی منقول ہے کہ آیت وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ سے مراد گانا بجانا ہی ہے کیونکہ یہ اللہ کے ذکر سے غافل کر دیتا ہے۔

مزید استفادہ کے لئے میں معتبر ترین تفاسیر کے اقتباسات پیش کرتا ہوں۔ تاکہ امام ابن کثیر و ابواسحاق کے اس قول

کی بھی تحقیق ہو جائے کہ اکثر تفاسیر میں لہو حدیث سے مراد غناء ہی ہے۔

امام زمخشری جو لغت و بلاغت کے امام سمجھے جاتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

لھو الحدیث نحو السمر والا ساطیر والاحادیث التی لا اصل لھا نحو الغناء والموسیقار وما اشبه ذلک۔ (تفسیر کشاف ج ۳)

اور حواشی پر..... موسیقار کا معنی بیان کیا گیا ہے۔

ھو بالراء العلم بصنعة الة الغناء وبغیر راء صنعة الغناء ومعرفة النغم وھی من الفاظ الیونانیة. (تفسیر کشاف)

کہ موسیقار گانے بجانے کے آلات کی تعلیم کا نام ہے اور راء کے بغیر یعنی موسیقی گانوں کا علم۔ اسی طرح مشہور ترین مفسر امام قرطبیؒ جن کی ثقاہت و فقاہت اور فن تفسیر میں مہارت مسلم ہے اپنی مایہ ناز تفسیر میں متعدد اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان اولیٰ ماقیل فی ھذا الباب ھو تفسیر لھو الحدیث بالغناء ثم یقول وھو قول الصحابة والتابعین۔ (تفسیر قرطبی)

لہو حدیث کی سب سے بہتر تفسیر..... گانا بجانا ہے اور پھر کہتے ہیں کہ یہی صحابہ اور تابعین کا قول ہے۔

علامہ آلوسی حنفیؒ "روح المعانی" میں بھی اسی طرح کہتے ہوئے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وہ روایت پیش کرتے ہیں جو پہلے گزر چکی ہے اور پھر ادب المفرد للبخاری سے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ بھی لہو حدیث کو گانے بجانے سے تعبیر کرتے تھے اور ساتھ ہی بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث کو صرف بخاری نے ہی ادب المفرد میں نقل نہیں کیا بلکہ ابن مردویہ، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ وغیرہ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ امام ابو جعفر طبری تو مختلف طریقوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہی روایت نقل کرتے ہیں اور دو روایتیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور ایک روایت حضرت جابر سے اور اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے تقریباً تمام شاگردوں سے جن کے اسماء پہلے گزر چکے ہیں اور ان تمام کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے لہو الحدیث کا معنی بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی لہو حدیث کو گانے بجانے سے ہی تعبیر کیا ہے۔ (جامع البیان للطبری)

امام بیہقی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارہ میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

ھو رجل یشتری جاریة تغنیه لیلا ونھارا۔ (سنن کبری للبیہقی)

یہ اس آدمی کے بارہ میں نازل ہوئی جس نے ایک گانے والی لونڈی اس لئے خریدی کہ اس سے دن رات گانا سنے۔

علامہ آلوسی حنفی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وھذه الایة نزلت فی النضر بن حارث کما ذکره ابن عباس انه اشتری جاریة مغنیة فکان

لا يسمع باحد يريد الاسلام الا انطلق به الى قينة فيقول اطعميه واسقيه وغنيه ويقول هذا خير لك مما يدعوك اليه محمد ﷺ من الصلاة و الصيام. (تفسير روح المعانی)

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت نظر بن حارث کے بارہ میں نازل ہوئی کہ اس نے ایک مغنیہ خریدی اور جب بھی کسی کے متعلق سنتا کہ وہ مسلمان ہو گیا ہے تو اسے لے کر مغنیہ کے پاس آتا اور اسے کہتا کہ اسے کھلاؤ پلاؤ اور گانا سناؤ اور پھر مسلمان سے مخاطب ہوتا کہ یہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف محمد ﷺ بلاتے ہیں کہ نماز پڑھو اور روزے رکھو۔

اسی طرح ابن حیان بحر المحیط میں لکھتے ہیں:

نزلت في رجل اشترى جارية تغني وقال بهذا فسر لهو الحديث المعازف والغناء.

کہ یہ آیت اس آدمی کے بارے میں نازل ہوئی جس نے ایک گانے والی لونڈی خریدی اور پھر کہتے ہیں کہ اسی لئے لہو الحدیث کا معنی گانا بجانا کیا جاتا ہے۔

اس کی تائید وہ حدیث بھی کرتی ہے جسے ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

شراء المغنيات وبيعهن حرام وقرأ هذه الآية ومن الناس من يشتري لهو الحديث. (تفسیر طبری)

گانے والی لونڈیوں کی خرید و فروخت حرام ہے اور پھر یہ آیت پڑھی۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي

ابن کثیر رحمہ اللہ سے بھی یہ روایت منقول ہے۔ چنانچہ اس آیت کا شان نزول بھی یہی بتلاتا ہے کہ آیت غناء کے بارہ میں اتری ہے اور لہو الحدیث کے معنی گانا بجانا ہے جیسا کہ پہلے صحابہ، تابعین اور ائمہ مفسرین سے نقل کیا جا چکا ہے۔ اس لئے بعض ائمہ نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ حرمت موسیقی کے لئے یہی ایک آیت کافی ہے۔

موسیقی اور اسلام:

آیت کے مفہوم پر اعتراض:

بعض لوگ اس آیت کے مفہوم پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہاں لفظ "اشتری" آیا ہے اور "اشتری" کے معنی خریدنے کے ہوتے ہیں۔ اس لئے اس آیت سے غناء کے بارے میں استدلال درست نہیں کیونکہ غناء کو خریدا نہیں جاتا۔

جوابات:

اولاً یہ اعتراض عموماً لغت عرب سے ناآشنائی کی بنا پر کیا جاتا ہے کیونکہ عربی میں لفظ اشتری صرف خریدنے کے معنوں میں ہی مستعمل نہیں بلکہ اور معنوں میں بھی مستعمل ہے جیسا کہ امام قتادہ سے مروی ہے کہ:

"اشتراء کا معنی استحباب ہے یعنی اشتری ای استحب محبوب رکھنا۔"

امام زمخشری، ابن حیان، ابن کثیر، طبری اور علامہ آلوسی رحمہم اللہ نے اشتراء کے معنی "اختیار" کے لکھے ہیں۔ اسی طرح اشتراء کا معنی استبدال بھی آیا ہے۔ یعنی "تبدیل کرنا۔"

شواہد اللغت:

ایک شاعر کہتا ہے

بدلت بالجمۃ راسا اذعرا

وبالثنایا الواضحات الدردرا

کما اشتری المسلم اذتنفرا

یعنی کما استبدل المسلم تبدیل کرنا

اسی طرح ابوذویب کہتا ہے

وان تذعمینی کنت اجہل فیکم

فانی اشتریت الحلم بعدک بالجہل

بمعنی آخرت اختیار کرنا۔

شواہد القرآن:

ثانیاً اگر الزامی طور پر یہ کہا جائے کہ یہ معترض قرآن سے بھی ناآشنا ہیں تو غلط نہیں ہوگا کیونکہ قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر اشتری تبدیل اختیار اور استحباب کے معنوں میں آیا ہے۔ پہلے پارے سے شروع ہو جائیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ. (البقرہ.16)

حالانکہ گمراہی خریدی نہیں جاتی۔ تمام مفسرین یہاں یہی معنی کرتے ہیں کہ:

''وہ لوگ جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو اپنالیا۔''

اسی طرح

إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا. (ال عمران.177)

یہاں بھی کفر وایمان کے ساتھ اشتری کا لفظ لایا گیا ہے جبکہ کفر وایمان بھی خریدا اور بیچا نہیں جاتا۔

اور آگے چلئے:

الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ. (النساء. 74)

دنیاوی زندگی اور اخروی زندگی کے ساتھ اشتری کا ذکر کیا گیا ہے۔

اور ایک جگہ فرمایا:

أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ. (البقرہ.175)

اس جگہ عذاب اور بخشش کو اشتری کے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا جبکہ بخشش اور عذاب خریدنے بیچنے کی چیزیں نہیں۔ قرآن حکیم میں بے شمار مقامات پر اشتری کو اختیار، استحباب، استبدال کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔

چنانچہ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡتَرِیۡ لَہۡوَ الۡحَدِیۡثِ

پر یہ اعتراض کہ یہاں اشتری لفظ خواہ مراد لینے سے مانع ہے۔ سوائے بے علمی کے اور کچھ نہیں۔

جواب ثانی:

اس کا ایک اور جواب بھی ہے جیسا کہ امام طبری اور علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ یہاں ''لہوالحدیث'' سے پہلے لفظ ذات محذوف ہے۔ یعنی:

ومن الناس من یشتری ذات لہو الحدیث او ذالہو الحدیث فیکون مشتریہ لہو الحدیث

یعنی اگر خریدنے کے معنے بھی لئے جائیں تو یوں معنے ہوں گے کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو ایسی چیزیں خریدتے ہیں کہ جو گانے بجانے کے لئے کام آتی ہیں جس طرح کہ پہلے زمانے میں لوگ گانے والی لونڈیاں خریدا کرتے تھے۔ یا آج ہمارے دور میں ٹیلی ویژن اور ریڈیو کو لے لیجئے وہ شخص جو انہیں اس نیت سے خریدتا ہے کہ ان سے گانا وغیرہ سنا کرے تو اس پر بالکل اس آیت کا مفہوم پورا اترتا ہے۔ اسی طرح گانے بجانے کے آلات وغیرہ۔ اس لئے امام طبریؒ نے لکھا ہے:

وکلا المعنین صحیح الشراء والاختیار

اور کیا آج لوگ گانا سننے کے لئے ٹکٹ نہیں خریدتے؟ مال و دولت کو نہیں لٹاتے؟

اور نام نہاد صوفی گانا سننے کے لئے مجالس سماع کا نام لے کر گویوں کی ٹولیوں کو دور دور سے نہیں منگواتے؟

اور پھر کیا یہ گانے والی ٹولیاں مفت آتی ہیں اور خالی گھر جاتی ہیں؟

اس آیت پر امام مکحولؒ کی روایت نقل کرنے کے بعد دوسری آیت کی طرف آتا ہوں۔ تفسیر السراج المنیر میں لکھتے ہیں:

قال مکحول تحت ھذہ الایۃ الغناء مفقدۃ للمال مسخطۃ للرب مفسدۃ للقلب

کہ امام مکحول نے فرمایا' غناء مال کو تباہ' خدا کو ناراض اور دل کو فاسد کرنے والی بلا ہے۔

دوسری آیت:

أَفَمِنۡ هَٰذَا الۡحَدِيۡثِ تَعۡجَبُوۡنَ۝ وَتَضۡحَكُوۡنَ وَلَا تَبۡكُوۡنَ۝ وَأَنۡتُمۡ سَامِدُوۡنَ۝(سورۃ نجم،59تا61)

''یعنی تم قرآن مجید کی آیات پر تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں بلکہ گانے گاتے ہو۔''

یہاں لفظ سمود قابل ذکر ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

السمود ھو الغناء فی لغۃ حمیر

کہ بنو حمیر سمود کو گانے بجانے کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔

امام ابن جریرؒ اس لفظ کے معنی بیان کرتے ہوئے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے باقاعدہ سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ:۔

"سامدون' سمد سے ہے اور سمد یمن کے قبائل کے ہاں گانے کے معنوں میں آتا ہے۔"

نیز حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ:

سامدون سے مراد آیت میں گانے بجانے والے ہی ہیں کیونکہ کفار کی یہی روش تھی کہ جب قرآن پڑھا جاتا تو وہ گانا سنا کرتے" فرماتے ہیں اسی لئے یہ آیت نازل ہوئی۔"

امام زمخشری اس آیت کے نیچے لکھتے ہیں:

اسمدی لنا ای غنی لنا. (کشاف)

یعنی عربی مقولہ ہے اسمدی اور اس سے مراد لیا جاتا ہے کہ ہمیں گانا سناؤ۔

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

امام زمخشری کی تفسیر کشاف کو جو امتیاز حاصل ہے۔ صرف اس وجہ سے ہے کہ زمخشری لغت وادب کا مسلمہ امام ہے' جس قدر بھی بلاغت وفصاحت کے ماہر پیدا ہوئے وہ سب کے سب زمخشری کے خوشہ چین ہیں اور مسلک میں اختلاف رکھنے کے باوجود لغت میں اس کا سکہ مانتے ہیں اور یہاں تو صرف زمخشری ہی نہیں بلکہ تقریباً سبھی مفسرین متفق ہیں۔

ابن حیان کی بحر المحیط اٹھا کر دیکھئے وہ کتنے واضح انداز میں لکھتے ہیں:۔

سامدون عن المبرد جامدون وكانوا اذا سمعوا القرآن غنوا تشاغلا عنه. (بحر المحيط' ج۸)

امام مبرد کہتے ہیں کہ سامدون کا معنی ہے جامدون۔ کیونکہ لوگ جب قرآن کی آواز سنتے تو گانے بجانے میں مشغول ہو جاتے تاکہ قرآن کی آواز نہ سن پائیں۔

اور بعینہ انہی معنوں میں علامہ آلوسی تھوڑے سے اضافے کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔

عن عكرمة انه يقول السمود معناه الغنى

"کہ سمود کے معنی غنا کے ہیں۔"

نیز لکھتے ہیں:۔

واخرج عبد الرزاق والبزار والبيهقى فى سننه وجماعة عن ابن عباس انه قال السمود هو الغناء وكانوا اذا سمعوا القرآن غنوا تشا غلا عنه وقيل يفعلون ذلك ليشغلوا الناس عن استماعه. (روح المعانى' ج ۲۷)

مسند عبدالرزاق' مسند بزار' سنن بیہقی اور دیگر حدیث کی کتابوں میں ابن عباس سے مروی ہے کہ وہ سمود کے معنی موسیقی کیا کرتے تھے کیونکہ جب قرآن پڑھا جاتا تو کفار گانا بجانا شروع کر دیتے تاکہ لوگوں کی توجہ قرآن حکیم سے ہٹا سکیں۔

اور کیا آج یہی کچھ نہیں ہوتا۔ پورا پورا دن گانے سنتے ہوئے گزر جاتا ہے۔ نہ نماز کی ہوش ہے نہ تلاوت

قرآن کی۔ سب سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ ایک ایسا گروہ بھی ہے جو موسیقی کو عبادت بنائے بیٹھا ہے اور بڑے دھڑلے سے کہتا ہے کہ سماع عین نماز ہے اور جو بے خودی و سرمستی اس سے پیدا ہوتی ہے وہ خدا تک پہنچنے میں مدد دیتی ہے اور اس سے وہ راز کھلتے ہیں جو عالم ہوش میں ممکن نہیں۔

امام سفیان ثوریؒ بھی اس آیت میں "سامدون" سے گانا بجانا ہی مراد لیا کرتے تھے۔ نیز اپنے باپ کے واسطے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مذکورہ بالا روایت سے بھی استدلال کیا کرتے تھے۔ امام قرطبیؒ اور صاحب روح البیان الشیخ حقیؒ امام ابن کثیرؒ اور دیگر مفسرین بھی اس کے معنی یونہی کرتے ہیں کہ: السمود معناہ الغناء

امام ابن قیمؒ نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ:

"سمود کا جو بھی معنی لیا جائے وہ غنا کے معنی کو متضمن ہوگا۔"

لغت عرب سے شواہد:

مفسرین اور ائمہ کے اقوال کے بعد لغت کی کوئی خاص احتیاج باقی نہیں رہ جاتی لیکن ہم لغت سے بھی استفادہ کرتے ہیں تا کہ کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہ رہے کیونکہ کسی بھی زبان کے لفظ کی چھان بین کے لئے اس زبان کے لغات کی طرف ہی رجوع کیا جاتا ہے جیسا کہ پہلی آیت میں بھی کیا گیا

امام اللغۃ علامہ ابن منظور افریقی لسان العرب میں رقمطراز ہیں:

سمدا سمود اغنی

"سمد کا مصدر سمود ہے اور سمود کے معنی ہیں گانا بجانا۔"

نیز لکھتے ہیں:

وقول عزوجل وانتم سامدون فسر باللھو وفسر بالغناء ویقال اسمدی لنا ای غنی لنا و ایضا یقال للقینۃ اسمدینا ای الھینا بالغناء ۔(لسان العرب' ج ۳)

کہ اللہ تعالیٰ کے قول وانتم سامدون کی تفسیر لہو اور غناء دونوں سے کی گئی ہے نیز اہل عرب کا مقولہ ہے کہ گانے والی کو کہا جاتا ہے۔ اسمدینا ہمیں گانے سے بہلاؤ۔

ابن منظور افریقی ان لوگوں میں سے ہیں جن کی بات حرف آخر سمجھی جاتی ہے اور جن کی لغت لسان العرب کو عربی لغات میں بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔

سید مرتضیٰ کی "تاج العروس" بھی ایک مقام رکھتی ہے بلکہ اساتذہ لغت کا کہنا ہے کہ اگر "لسان العرب" ماں ہے تو تاج العروس باپ ہے اور واقعی دیکھئے وہ کس انداز سے اعتراضات کو بھی مسلتے جاتے ہیں۔ تقریباً وہی کچھ کہتے ہوئے جو امام افریقی نے کہا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ:

معنی السمود الغناء سمو کا معنی موسیقی ہے۔

وزاد في الاساس لان المغني یرفع راسہ وینصب صدرہ.(تاج العروس. ج ۲)

کوئی یہ نہ کہے کہ سمود رفع راس اور نصب صدر کا نام ہے۔ اس لئے کہ گانے والا جب گاتا ہے تو سر اور سینہ اٹھا

کررکھتا ہے۔

وقوله عن رجل وانتم سامدون فسر بالغناء

چنانچہ انتم سامدون کا ترجمہ غناء ہوگا۔

عربی شاعر ابوزبید کا شعر اس پر دال ہے۔

وكان العزيف فيها غناء

للندامى من شارب مسمود

امام ابوعبیدہ لکھتے ہیں:

السمود الذي غني له جس کو گانا سنایا جائے اسے سمود کہتے ہیں۔

القصہ یہ قرآن حکیم کی دوسری آیت ہے جس میں واضح طور پر غناء کی مذمت کی گئی ہے کہ یہ کفار کا فعل ہے مسلمانوں کا نہیں۔ بلکہ اس آیت میں کنایۃً دو گروہوں کا ذکر ہے اور پھر ان دونوں گروہوں کے شعار و علامات کا تذکرہ ہے کہ مومن و مسلمان جب قرآن سنتا ہے تو اس کی آنکھیں آنسوؤں سے پرنم ہو جاتی ہیں اور دوسرا گروہ جب قرآن کی آیات سنتا ہے تو اس کا مذاق اڑاتا ہے اس سے روگردانی کرتا ہے اور گیت و نغمہ میں مستغرق رہتا ہے۔ چنانچہ خداوند قدوس اپنی مقدس کتاب میں ارشاد فرماتے ہیں۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا . (انفال.2)

مومن وہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل پگھل جاتے ہیں اور جب انہیں قرآن حکیم سنایا جاتا ہے تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔

نیز فرمایا:

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ .(مائده.83)

جب وہ قرآن حکیم سنتے ہیں تو ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں۔

اسی طرح دوسرے گروہ کا تذکرہ فرماتے ہوئے رب العزت ارشاد فرماتے ہیں۔

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ o كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُسْتَنْفِرَةٌ o فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ o(المدثر 49 تا 51)

یعنی وہ قرآن سن کر اس طرح بدکتے ہیں جیسے گدھا شیر سے بدکتا ہے۔

الغرض اس آیت سے بھی واضح طور پر غناء موسیقی کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔

تیسری آیت:

وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا .(فرقان.72)

مومنوں کے اوصاف میں سے ایک وصف یہ بھی ہے کہ مجالس غناء میں شرکت نہیں کرتے۔ اگر کبھی ادھر آ نکلیں تو دامن بچا کر گزر جاتے ہیں۔

امام محمد بن حنفیہ (حضرت علی ؓ کے صاحبزادے) فرماتے ہیں۔

الزور ھھنا ھو الغناء کہ لفظ زور سے مراد غناء ہے۔

ابن جریر طبری اس پر متعدد طرق سے آثار نقل کرتے ہیں۔ اسی طرح علامہ منظور افریقی لسان العرب میں زور کا معنی غنا بیان کرتے ہوئے امام محمد بن حنفیہ کا قول بھی نقل کرتے ہیں۔ لغت کی مشہور کتاب القاموس المحیط میں مجد الدین فیروز آبادی لکھتے ہیں۔

الزور بالضم مجلس الغناء (قاموس 'جلد2)

کہ زور کا معنی محفل موسیقی ہے۔

اسی طرح امام بغوی' خازن اور نسفی بھی زور کے متعدد استعمالات ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وقیل الزور اللھو واللعب و الغناء

اور پھر خازن اور بغوی اس کے فوراً بعد عبداللہ بن مسعود ؓ کا قول بھی نقل کرتے ہیں۔

الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء الزرع کہ گانا دل میں اس طرح نفاق پیدا کرتا ہے جس طرح پانی سبزہ۔ یعنی جیسے پانی کھیتوں کے لئے غلہ اور سبزہ کی فراہمی کا سبب بنتا ہے۔ اسی طرح نفاق کی کھیتی گانے سے پروان چڑھتی ہے بلکہ موسیقی نفاق کے بیج کا کام دیتی ہے۔

شاید کسی کے دل میں کھٹکے کہ ''زور'' کے عام معنی ملمع سازی کے ہیں۔ اس سے غناء کیسے ہو گیا؟ اس کا جواب امام ابوجعفر طبری دیتے ہیں۔

وید خل فیہ الغناء لانہ ایضاما یحسنہ ترجیع الصوت حتی یستحلی سامعہ سماعہ

یعنی گانا بھی ملمع سازی ہی ہے۔ کیونکہ آواز کا اتار چڑھاؤ اور زیروبم ہی نظم وغزل میں حسن پیدا کرتا ہے اور دل اس کی طرف کھنچتے ہیں۔

اس آیت کا دوسرا جزو ہے۔

واذا مرو ابااللغو مرو اکراماً یعنی جب لغو پر ان کا گزر ہوتا ہے تو دامن بچا کر گزر جاتے ہیں۔

لغو کے معنی تقریباً تمام مفسرین یہی لکھتے ہیں کہ:

''ہر وہ چیز جو چھوڑ دینے کے لائق ہو۔''

اور جیسا کہ معلوم ہے۔ غناء اس میں بالاولی داخل ہے۔

چوتھی آیت:

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا. (بنی اسرائیل .64)

کہ جس کو طاقت رکھے اپنی آواز سے بہکا اور ان کے مالوں اور اولادوں میں ان کا شریک ہو اور انہیں وعدوں سے فریب دے اور یاد رکھو کہ شیطان صرف جھوٹے وعدے ہی دیتا ہے۔

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کریں۔ تمام نے سجدہ کیا اور ابلیس نے سجدہ سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

اذھب فمن تبعک منھم فان جھنم جزاء کم جزاء موفورا۔

''جاؤ تم اور تمہارے پیروکار سب جہنم میں داخل کیے جائیں گے۔''

اس کے بعد فرمایا:

واستفزز من استطعت منھم بصوتک

''اپنی آواز کے ساتھ تو لوگوں کو بہکائے گا۔''

اب دیکھنا یہ ہے کہ شیطان کی آواز کیا ہے؟ ابن جریر سے لے کر جلالین تک سب چھوٹی بڑی تفاسیر میں لکھا ہوا ہے:

صوته الغناء والمزامیر

کہ شیطان کی آواز موسیقی اور باجے ہیں۔

طبرانی میں ایک روایت ہے کہ:

''حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب شیطان کو راندہ درگاہ قرار دیا گیا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا اللہ تو نے مجھے مہلت دی تو میرا مؤذن کون ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آلات موسیقی۔ اس نے پوچھا اور میرا قرآن؟ اللہ عزوجل نے جواب دیا' موسیقی۔''

ایسی لغویات کے قلع قمع کے لئے اسلام آیا۔ لوگوں کو تخیلات سے نکل کر میدان عمل میں آنے کی دعوت دی۔ اسے اپنے فرائض کا احساس دلایا اور بتلایا کہ اس دنیا میں وہی سب کچھ نہیں بلکہ اس کے ماں باپ' بیوی بچے' عزیز و اقارب کے بھی اس پر حقوق ہیں۔ حضور ﷺ نے پڑوسیوں' مسافروں' مساکین' یتیموں اور زیردستوں کے بھی حقوق بتائے۔ پھر معاشرتی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی کہ اگر کہیں جھگڑا ہو جائے تو اس جھگڑے کو ختم کراؤ۔ جھگڑا خاندانی ہو یا سیاسی۔ ظالم کے خلاف مظلوم کی حمایت کرو۔

نیز اسے دعوت و ارشاد کی مسند کا امین بتایا:۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔(ال عمران۔110)

حضور اکرم ﷺ نے اصلاح معاشرہ اور برائیوں کے انسداد کا حکم فرمایا:

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ والا بلسانہ۔

کہ جو تم میں سے کوئی برا کام ہوتا دیکھے اسے قوت سے روکے ورنہ زبان سے۔ مریضوں کی عیادت' یتیموں کی نگہداری کو اسلام کے اجزاء قرار دیا۔

اس کے ساتھ ساتھ حقوق ہیں۔ خدا کی عبادت' نماز' روزہ' زکوۃ' حج پھر جہاد اور اس کی تربیت' صدقات اور خیرات وغیرہ۔

اب دیکھئے کہ ان ذمہ داریوں کی موجودگی میں کسی اور چیز کے لئے وقت نکلتا ہے؟ اگر خدانخواستہ پوری قوم اس سرمستی میں مبتلا ہو جائے تو دنیا کا نظام ایک دن کے لئے بھی نہ چل سکے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں متعدد مقامات پر اس قسم کے لغویات کی سختی سے روک تھام کی۔

اسی لئے جب حضرت ابن عباس ﷛ سے پوچھا گیا کہ:۔

"موسیقی جائز ہے یا ناجائز؟"

تو انہوں نے بڑے لطیف انداز میں اس کا جواب دیا۔ فرمایا:

"بتاؤ! قیامت کے دن گانا حق میں شمار ہوگا یا باطل میں؟"

سائل نے جواب دیا "باطل میں"

آپ ﷛ نے فرمایا:

"بس یہی جواب کافی ہے کیونکہ باطل اور حق میں تضاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

جاء الحق وزھق الباطل

مجوزین کے دلائل:

موسیقی کو جائز قرار دینے والوں میں سے ابن حزمؒ سے لے کر قطامی تک کوئی بھی ایسا شخص نہیں گزرا جس نے موسیقی کے جواز پر قرآن حکیم سے استدلال کی جرأت کی ہو۔ ان کا سارا محور اقوال پر ہی رہا ہے جس کے متعلق مستقل بحث آگے آئے گی۔ ان شاء اللہ۔ لیکن سید محمد جعفر شاہ پھلواروی پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن کی آیات کو بھی موسیقی کے جواز میں استعمال کیا ہے اگرچہ اس کے لئے انہیں بہت ہی زحمت اٹھانا پڑی ہے۔ لکھتے ہیں کہ:۔

"قرآن جمال کو پسند کرتا ہے اور موسیقی بھی جمالیات میں سے ہے۔ اس لئے یہ بھی قرآن کی پسندیدہ چیز ہوئی۔"

اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے نگاہِ انتخاب پڑتی ہے۔ اس آیت پر

ولا تجادلوا الا بالتی ھی احسن

یعنی کفار سے ایسے طریق پر مجادلہ کرو جو اچھا اور سلجھا ہوا ہو۔ اور دوسری آیت۔

ولیجزیھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون

"خداوند تعالیٰ مومنوں کو ان کی نیکیوں کا بہتر بدلہ دے گا۔"

معلوم نہیں مولانا کس گورکھ دھندے میں پھنس گئے۔ ذکر ہو رہا ہے جمالیات قرآن کا اور آیت لا رہے ہیں کہ مومنوں کو ان کے اعمال کی بہتر جزا دی جائے گی اور کفار سے اچھے لب ولہجہ میں گفتگو کرو۔ فرماتے ہیں:

"چونکہ ان دونوں آیات میں لفظ احسن آیا ہے اور احسن حسن سے ہے۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ قرآن حسن کو پسند

کرتا ہے پس موسیقی بھی حسن ہے اس لئے یہ بھی پسندیدہ چیز ہے۔"

کیا خوب انداز استدلال ہے۔ مولانا کی یہ عادت ہے کہ جہاں حسن یا جمال کا لفظ آیا پھڑک اٹھے چنانچہ ایک اور مقام سے موسیقی کے جواز پر دلیل لاتے ہیں۔

والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ

اور فرمایا:

ولکم فیھا جمال حین تریحون وحین تسرحون

یعنی گھوڑے گدھے اور خچر اس لئے ہیں تاکہ تم ان پر سواری کرو اور یہ زینت ہیں اور تمہارے لئے ان میں خوبصورتی ہے۔ صبح ان کے چراگاہوں میں جانے کے وقت اور شام ان کے لوٹنے کے وقت۔

اس بات کو چھوڑیئے کہ اس آیت کا موسیقی سے کوئی تعلق ہے یا نہیں۔ اس بات کو دیکھئے کہ ہم اگر مولانا کی بات کو ہی تسلیم کرلیں کہ...... گدھے اور خچروں میں جمال ہے تو بتلایئے کیا یہ حلال ہیں؟ ان کا کھانا جائز ہے؟ امید تو نہیں کہ مولانا ان کے بھی جواز کے قائل ہوں گے...... پھر اگر...... جمالیات کی ہی بات ٹھہرے تو "سوؤ" بہتری اور خوبصورتی میں کس سے کم ہے اور "شراب" کی خوبصورتی اور حسن میں کسے کلام ہے۔ وہ شراب جس کے حسن کا تذکرہ دنیا کی ہر زبان کے شاعر نے اپنے اپنے رنگ میں کیا ہے۔ ایک عربی شاعر اس کے وصف میں کیا ہی خوب کہتا ہے کہ شراب کی خوبیاں کیا پوچھتے ہو۔

ترجمہ: کہ جب ہوش میں ہوتا ہوں تو گنڈریا ہوتا ہوں لیکن جب اس کا ایک جام چڑھا لیتا ہوں تو بادشاہی محلات کا مالک بن جاتا ہوں۔

حافظ شیرازی نے بھی کچھ اسی طرح کہا ہے۔

چوں بے خود گشت حافظ کے شمارد
بیک جو ملک کیکاؤس و کیے را!

کہ نشے کی حالت میں تو کیقباد اور کیکاؤس بھی ہیچ نظر آتے ہیں۔

لیکن اس شراب کے متعلق خود مولانا پھلواروی صاحب بھی کچھ اچھا نظریہ نہیں رکھتے اور پھر ایک آدمی کو یہ حق بھی حاصل ہو جائے گا کہ وہ آپ کی "جمالیت" کو سامنے رکھ کر یہ کہہ دے کہ:

"نظارہ بتاں، اختلاط مرد و زن اور عریانی بھی جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے کیونکہ عریانی حسن کے تمام اعضاء کو بالکل واضح اور ظاہر کر دیتی ہے۔"

اگر حسن کا یہی معیار رہا تو کل ایک شخص یہ کہنے میں بھی حق بجانب ہوگا کہ سوئمنگ پولز (Swimming Polls) میں اکٹھے نہانا بوجہ کمال حسن اور بوجہ جمال آفرین ہونے کی وجہ سے بالکل مطابق قرآن ہے۔ خصوصاً یورپ کے نیکڈز کلب (Nakedsclub) جن کے خلاف خود یورپ میں حشر بپا ہے۔ پھلواروی

صاحب کے نزدیک قرآن کی منشا کے عین مطابق ہونے چاہئیں۔

اندازہ فرمایئے اگر اس طرح توڑ مروڑ کر غلط اور لایعنی استنباطات واستدلات ایک پڑھا لکھا آدمی کرنے لگے تو دوسروں کا کیا حشر ہوگا؟

ایک عالم کے لئے اصول کی صرف یہ عبارت ہی کافی ہے کہ حسن اگر ہو بھی تو اس کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ شرعی مسائل میں حسن وقبح کا معیار صرف قرآن اور شارح قرآن ہے اور ..... پھر خصوصاً موسیقی میں کون سا حسن ہے؟ اگر حسن سے مراد طرب 'الم' جوش وغیرہ ہے تو "شراب" حسین ترین چیز ہے۔ اس میں موسیقی سے کئی گنا زیادہ..... طرب انگیزی' نشاط اور ولولہ خیزی ہوتی ہے۔

ولقد رایت الخیل شلن علیکم

شول المخاض ابت علی المتغبر

اصل میں بات بنانے کی بہت کوشش کی گئی لیکن بنی نہیں۔ اگرچہ اس کے لئے بعض اصول وقوانین بھی وضع کیے گئے..... بہر حال مولانا پھلواروی صاحب پہلی شخصیت تھے جنہوں نے قرآن حکیم سے موسیقی کے جواز کی کوشش کی تھی لیکن قرآن حکیم کے متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے موسیقی سے ممانعت فرمائی ہے۔ جن میں سے چار آیات بینات اور ان کی تفاسیر حدیث' ابن عباس' ابن مسعود' جابر' عکرمہ' قتادہ رضی اللہ عنہم وغیرہ ائمہ مفسرین اور مشہور ترین تفسیر کی کتابوں سے نقل کی جا چکی ہے کہ یہ آیات صراحۃً موسیقی کے خلاف ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سی آیات ہیں لیکن طوالت کے خوف سے' انہی پر اکتفا کرتے ہوئے اور اتنی بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اختلافات ختم کرنے کا جو حکم دیا ہے' اس کا طریق کار بھی وضع کر دیا فرمایا:

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۔ (النساء۔59)

"اگر تم میں کبھی اختلاف ہو جائے تو اس کا حل کتاب اللہ اور سنت رسول میں ڈھونڈا کرو اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔"

اس حکم کے تحت ہم نے کتاب اللہ کی طرف رجوع کیا اور اس کا نتیجہ آپ کے سامنے پیش کر دیا۔ چونکہ اسلام کا ماخذ اور مرجع یہی مذکورہ دو چیزیں ہیں۔ اس لئے ہم اب رسول اکرم ﷺ کی سنت کی طرف رجوع کرتے ہیں۔